دوام حدیث

حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی

حفاظتِ حدیث

اب جب کہ ہم قرآن مجید کے متعلق اس بحث سے فارغ ہو چکے ہیں کہ:۔

وہ یقینی ہے یا ظنی؟

خبر واحد سے اس کا ثبوت ہو سکتا ہے یا نہیں

قرآن مجید میں روایت باللفظ ہے یا روایت بالمعنیٰ

پھر اس کی دلالت ظنی بھی ہے اور یقینی بھی۔

یعنی ثبوت و دلالت مضمون کی صداقت کی بحث سے بقدر ضرورت سبکدوش ہو چکے ہیں۔ اس کے ضمن میں احادیث کے بارہ میں بھی ان کے ثبوت اور ان کی دلالت اور ان کے مضمون کی صداقت سے ضروری بحث کر چکے ہیں جن سے دین کے یقینی اور ظنی ہونے پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اب اس سوال کا ذکر کرتے ہیں جس کا جواب بڑی تحدی سے مانگا گیا ہے:

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قرآن اور حدیث دونوں دین کے اجزاء تھے تو رسول اللہ نے جس طرح اہتمام اور التزام کے ساتھ قرآن کو محفوظ شکل میں امت کو دیا، اسی طرح اپنی احادیث کا کوئی مستند مجموعہ امت کو کیوں نہیں دیا؟ کوئی ہے جو اس سوال کا جواب دے؟"[1]

جواب

سب سے پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جب ایک چیز کو دلائل سے ثابت کیا جائے تو اس کے بعد ماننے

---

[1] مقام حدیث جلد ۲ ص ۳۴۲

کے لیے اپنی طرف سے ایک خاص معیار پیش کرنا کوئی مقبول عذر نہیں بلکہ قرآن کے بیان کے مطابق یہ کفار کی عادت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کر دی تو مشرک لوگ لگے کہنے۔ اگر وہ نشانی نہ آئے گی جو ہم کہتے ہیں تو ہم نہیں مانیں گے۔

وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا الخ

وہ (کافر) بولے کہ ہم تیری بات نہیں مانیں گے جب تک تو ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری نہ کر دے یا تیرے لیے کھجور کا باغ نہ ہو جس میں تو نہریں جاری کرے۔ وغیرہ وغیرہ

سوالات کرتے تھے۔ ان کے سوالات کو پورا نہ کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ:

"اس لیے ہم ان نشانات کو نہیں لائے کہ ان کے لانے میں کوئی فائدہ نہیں۔ پہلے لوگ ایسے نشانات سے مستفید نہیں ہوئے بلکہ اپنی حالت (کفر) پر قائم رہے" [1]

قرآن مجید ایک بڑا نشان ہے۔ کیا یہ ان کو کافی نہیں [2]

کبھی یہ کہتے تھے کہ:

"ان دو بستیوں (مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نازل نہیں کیا گیا" [3]

اس سوال کا جواب قرآن مجید نے یہ دیا ہے کہ:

"یہ بات ہماری مرضی پر موقوف ہے جس کو ہم چاہیں اپنی رحمت کے ساتھ خاص کریں" [4]

پس ثابت ہوا کہ کسی چیز کو ثابت کرنے کے لیے صرف دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاص دلائل کا مطالبہ کفار کی عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے۔

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ [5] جو اللہ تعالیٰ کرے اس سے یہ سوال نہیں کیا جاتا کہ ایسا کیوں کیا۔ یہ سوال دوسروں سے ہوتا ہے۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ انسان کی سمجھ میں حکمت آئے یا نہ آئے صرف اس قدر ثابت کر دینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے۔

---

[1] انبیاء [2] عنکبوت [3] زخرف [4] البقرہ [5] انبیاء

پس جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ قرآن وحدیث دونوں حجت ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے دونوں میں خود فرق کیا ہے۔ قرآن کو بلحاظ فصاحت وبلاغت کے معجزہ بنایا اور اس کی کتابت کا باقاعدہ انتظام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کرایا تاکہ یہ الفاظ بعینہٖ محفوظ رہیں اور ان کی تلاوت سے امت مستفید ہو اور یہ معجزانہ نظم ہمیشہ کے لیے رہے اور حدیث کو قرآن مجید کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اس کی کتابت کا باقاعدہ انتظام نہ کرایا اور دونوں کو حجت ٹھہرایا۔ اور ہر ایک کی اتباع کو فرض قرار دیا۔ اگر احادیث ہمیشہ کے لیے واجب الاتباع نہ ہوتیں تو باقاعدہ لکھانے سے بھی ان کی حیثیت میں کوئی فرق نہ پڑتا کیونکہ حجت ہونے اور لکھانے میں کوئی تلازم نہیں۔ چنانچہ بہت سی حدیثیں ایسی ہیں جن کو آپ نے لکھایا مگر منکرین حدیث ان کو بھی واجب الاتباع نہیں سمجھتے کیونکہ ان کے نزدیک حدیث وقتی تھی۔ پس اگر حدیث لکھا دی جاتی تب بھی وقتی ہی رہتی جیسا کہ قرآن مجید میں بھی بعض احکام ایسے ہیں جو وقتی ہیں جیسے آیت

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً [1] کہ اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو پہلے کچھ صدقہ کر لیا کرو۔

مگر یہ حکم فقط وقتی ہے کیونکہ اس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ساتھ ہے مگر یہ حکم لکھا ہوا ہے لکھا ہوا بھی قرآن مجید میں ہے۔ اسی طرح وہ احکام جن کا تعلق صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا وہ سب کے سب وقتی تھے۔ جیسے یہ حکم:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ [1] وہ عورت بھی اے نبی ہم نے تیرے لیے حلال کی ہے جو ایماندار ہو، اپنے نفس کو نبی کے لیے ہبہ کرے اور نبی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ یہ حکم خالص تیرے لیے ہے دوسرے مومن اس میں شریک نہیں۔

اسی طرح یہ حکم:

وَلَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ [3] (اے نبی) اس کے بعد تیرے لیے عورتیں حلال نہیں نہ ان

---

[1] مجادلہ [2] [3] احزاب

میں تبدیلی کی اجازت ہے بخواہ کتنی ہی خوب صورت ہو۔

اور دوسرے ایمانداروں کو تبدیلی کی اجازت ہے۔

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ[1] اگر اپنی بیوی کو بدلنا چاہو یعنی ایک کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرنا چاہو (تو پہلی سے مہر واپس نہ لو)

اسی طرح یہ حکم:

وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا[2] اللہ نے تجھ پر کتاب وحکمت (سنت) نازل کی اور تجھے وہ کچھ سکھایا جس سے تو واقف نہ تھا، اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔

اسی طرح یہ حکم:

وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا[3] الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے آپ کے بعد نکاح کرنا منع ہے۔ اللہ کے ہاں یہ بہت بڑا جرم ہے۔

اسی طرح بہت سے احکام ہیں جو ہمارے لیے پند و عبرت کا باعث تو بن سکتے ہیں مگر عمل کے اعتبار سے وقتی ہیں۔ جب وقتی احکام قرآن کے اندر لکھے جا سکتے ہیں تو حدیث لکھنے سے کیسے دائمی بن جاتی۔ پس حدیثیں وقتی بھی ہوں تب بھی ان کے لکھنے سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے۔ آپ لوگ (منکرین حدیث) تو کہتے ہیں کہ حدیثوں کے احکام ایک دو سورتوں میں بیان کیے جا سکتے تھے۔ اگر ایسا کر دیا جاتا اور اخیر میں یہ کہہ دیا جاتا کہ یہ احکام ناپائیدار قسم کے ہیں، وقتی ہیں دائمی نہیں تو لکھنے سے ان کے دائمی ہونے کا شبہ بھی نہ پڑتا۔ پس یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ احکام نہ لکھنے سے دائمی بنتے ہیں اور نہ لکھنے سے وقتی ہو جاتے ہیں۔

پس جب اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ خلافت راشدہ صرف تیس سال تک چلے گی بلکہ اس سے کم زمانہ اس کے بعد شاید چودھویں صدی میں جا کر منکرین حدیث کا ایک گروہ پیدا ہو کر خلافت راشدہ کے قائم کرنے کی سعی کرے گا۔ اس وقت جو وقتی بائیلاز تیار ہو گا وہ اس وقت کے لیے مناسب ہو گا۔ پس اس درمیانی زمانہ (تیرہ سو سال) کے لیے امت کو قرآن کے تشریحی بائیلاز سے واقف رکھنے کے لیے

---

[1] نساء [2] ایضاً [3] احزاب

ان احکام کو جو حدیث میں ہیں ایک دو سو دنوں میں (بقول آپ کے) لکھ دیا جاتا تاکہ خلافتِ راشدہ کے قیامِ ثانی تک امت ان سے مستفید ہوتی۔

ہم میں اور آپ میں فرق تو صرف وقتی اور دائمی ہونے کا ہے۔ نہ مفید اور غیر مفید ہونے کا، دونوں ان احکام کو مفید سمجھتے ہیں۔ ہم اس لیے کہ وہ دائمی شریعت ہیں اور آپ اس لیے کہ دوسرے بائیلانز کے تیار کرنے میں ممد و معاون ہیں اور جب تک تقاضاءِ زمانی نہیں بدلتا قابلِ عمل بھی ہیں۔ پس ان احکام کے نہ لکھنے کا اعتراض تو دونوں فریق پر یکساں ہے۔ آپ صرف اسی فریق پر اس کا بوجھ ڈالنا چاہتے ہیں جو حدیث کو دائمی حجت سمجھتا ہے۔ آپ خود کہتے ہیں:۔

"لہذا اس تاریخی مسالہ کو پرکھنے کے لیے ہمارے پاس کتاب صحیح اور محکم معیار خود کتاب اللہ ہے۔ اس میں جو بات بھی قرآن کے خلاف نظر آئے یا ایسی ہو جس سے حضور کی شان میں طعن پایا جاتا ہو اسے بلا ادنیٰ تامل الگ کر دیا جائے اور باقی حصہ کو نکھار کر ایک جگہ جمع کر لیا جائے تاکہ اس سے تاریخی کام لیا جائے جا سکے۔ یہ ہماری تاریخ کا گراں بہا سرمایہ ہوگا جس پر ہم بجا طور پر ناز کر سکیں گے۔" [1]

اگر یہ بات واقعی ہے کہ یہ ذخیرہ گراں بہا سرمایہ ہے۔ پھر سنت کا وہ حصہ جو بائیلانز کہلاتا ہے وہ بہت قلیل ہوگا۔ وہ تو آپ کے نزدیک بھی نہایت بیش قیمت ہوگا پس وہ بائیلانز اگر قرآن میں بیان کر دیے جاتے (اور بعد میں یہ کہہ دیا جاتا کہ یہ وقتی ہیں) تو کیا ہی اچھا ہوتا مگر ایسا نہ کرنے سے آپ کے خیال کے مطابق اس کی ایسی گت بنی کہ اللہ کی پناہ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث کے حجت ہونے یا نہ ہونے۔ وقتی ہونے یا دائمی ہونے کی صورت میں جو اختلاف نظر آتا ہے۔ وہ اس قسم کا نہیں جس میں ایک صورت میں حدیث کا منع ہو اور دوسری صورت میں واجب ہو۔ بلکہ وقتی ہونے کی صورت میں بھی حدیث کا لکھنا مفید ہے اور دائمی ہونے کی صورت میں اگرچہ مفید ہے مگر واجب نہیں کیونکہ حجیت کے لیے لکھنا کوئی ضروری نہیں۔

اگرچہ ایک مسلم مومن کے لیے یہ جواب کافی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کرتا ہے مگر آج کل زمانہ اس قسم کا ہے کہ لوگ ہر امر کی کچھ نہ کچھ حکمت بھی معلوم کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس لیے ان کے

---

[1] مقام حدیث ج ۱ ص ۳۹۴

ذوق کے مطابق بھی کچھ لکھا جاتا ہے۔ (یہ اس سوال کا دوسرا جواب ہے۔)

قرآن و سنت میں یہ فرق (کہ ایک کو فوری طور پر لکھا دیا گیا اور دوسری چیز کے کچھ حصے کو عمل اور حفظ کے حوالہ کیا گیا) اس لیے ہے کہ شریعت کے دونوں حصوں میں اعجاز ظاہر ہو۔ قرآن مجید نظم میں بے نظیر ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت درجہ علیا میں ہے۔ مقصد، الفاظ اور ترکیب میں انسانی دسترس سے باہر ہے جن بھی اس کی نظیر نہیں لا سکتے۔ اس بناپر رسول کریم کی صداقت کی ایک زندہ دائمی نشانی موجود ہے۔

حدیث بلحاظ شرح و بیان، جامع العلوم اور مکمل تعلیم ہونے کی بناپر ایک بے بہا ذخیرہ ہے۔ اس قسم کی باتوں کا اگر لکھائی کے ساتھ انتظام نہ کیا جاوے تو ان میں اگر حفاظت الٰہی نہ ہو تبدیلی واقع ہو جاتی ہے مگر باوجود اس کے کہ حدیث کو قرآن کی طرح باقاعدہ طور پر نہیں لکھا گیا مگر پھر بھی اس کا دینی حصہ جوں کا توں محفوظ رہا۔ ایسا کلام جس کے اجزاء قرآن کی طرح فوری طور پر سب کے سب نہیں لکھے گئے۔ حوادثات کے تلاطم اور عجمی سازشوں کے باوجود اس کا ہمیشہ کے لیے اسی طرح قائم رہنا اس کی حفاظت کے لیے اسباب کثیرہ کا پیدا کر دینا بھی ایک زندہ معجزہ ہے۔ کیونکہ اس قسم کی حفاظت جو دینی حدیثوں کی گئی ہے۔ اسی صورت میں ممکن ہے جب تائید غیبی شامل ہو۔

اس امر میں غور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان اسباب میں غور کیا جاوے جو اللہ تعالیٰ نے حدیث کے محفوظ رہنے کے لیے پیدا کیے تاکہ غور کرنے والے کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ ان اسباب کے ہوتے ہوئے حدیث میں ردو بدل ناممکن ہے اور اسباب کے پیدا ہونے میں غیبی طاقت کو دخل ہے۔

تفسیر الحدیث

اِنَّ رَجُلًا مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس حالت میں گزرا کہ آپ پیشاب کر رہے تھے۔ اس نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے جواب نہیں دیا۔

اس حدیث سے علماء نے اخذ کیا ہے کہ قضائے حاجت کے وقت زبان سے اللہ کا ذکر، اذان کا جواب وغیرہ درست نہیں۔ باقی دل میں اللہ کی یاد ہر وقت موجود ہونی چاہیے۔ اگر چھینک وغیرہ آ جائے اور الحمد للہ کہنا ہو تو وہ بھی دل میں (بغیر زبان کو حرکت دیے) کہنا چاہیے۔